یادِ رفتگاں — مولانا محمد یوسف انور

مولانا عبد القادر ندوی اور مولانا محمد اعظم کا اِنتقالِ پر ملال

ماہِ مارچ پہلے ہی بڑی تلخ یادیں لے کر آتا ہے، لیکن اس بار مزید اِضافے کے ساتھ شہر الحزن بن کر بھی آیا۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ عربی کے کسی شاعر نے سچ ہی کہا ہے ع

لو كان في الدنيا بقاء لِساكن　　　لكان رسول الله ﷺ فيها مخلدًا

''یعنی اگر دنیا میں کسی کو ہمیشہ رہنا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رہتے۔''

لیکن آپؐ بھی ۶۳ سالہ زندگی گزار کر راہیٔ ملک ِ بقا ہوئے.... رہے نام اللہ کا!

بعض اَموات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی یادیں مدتوں باقی رہتی اور بھلانے سے بھی بھلائی نہیں جاسکتیں؛ مولانا عبد القادر ندوی اور مولانا محمد اعظم بھی انہی پاکباز شخصیتوں میں سے تھے جن کا یکے بعد دیگرے انتقال پوری جماعت کو غم ناک کر گیا !!

اوّل الذکر ہمارے بزرگ دوست مولانا عبد القادر ندوی اگرچہ ۹۰ کے پیٹے میں تھے مگر جسمانی لحاظ سے کمزور اور روحانی لحاظ سے جواں سال لگتے تھے۔ مردِ باصفا اور ولی اللہ ہستی حضرت صوفی محمد عبد اللہ کے دستِ راست اور اُن کی وفات کے بعد حقیقی جانشینی کا حق اُنہوں نے تاحین حیات اَدا کیا۔ حضرت صوفی صاحب کی ہمراہی میں اوڈانوالہ اور پھر ماموں کانجن میں دارالعلوم کی عمارات و تعلیمات اور تمام شعبوں کی ترقیات کے لیے اُنہوں نے شب وروز ایک کیے رکھا۔ برسوں کی بات ہے، حضرت صوفی صاحب کی معیت میں وہ ماہ رمضان المبارک میں مسجد رحمانیہ، مندر گلی میں ڈیرے ڈال دیتے۔ نہ کسی دکان پر جانے کی ضرورت اور نہ ہی کسی سے چندہ مانگنے کی حاجت، بس شہر اور مضافات سے لوگ کھنچے چلے آتے، صوفی صاحب کی جھولیاں نوٹوں سے بھری دیکھی جاتیں اور مولانا عبد القادر ندوی رسیدات لکھتے لکھتے تھک جاتے۔ تین چار روز قیام رہتا، راتوں کا قیام مولانا حکیم عبد الرحیم

اشرف کے پاس یا حاجی غلام محمد کے مکان پر ہوتا۔ گاہے بگاہے یہ سعادت ہمارے غریب خانہ کے حصے میں بھی آجاتی۔ والد علیہ الرحمہ ان کی دل و جان سے خدمت کرتے اور دعائیں لیتے۔

صوفی صاحب کی پارسائی، زہد و تقویٰ اور ذکر و اذکار کی محفلیں جن لوگوں نے دیکھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ مستجاب الدعوات ہونے کا شرف بھی اُنہیں حاصل تھا۔ مولانا ندوی بھی اپنے آپ کو صوفی صاحب کی دعاؤں کا ثمر قرار دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دینی و دنیوی روایتوں سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نظام سے وہ شروع روز سے وابستہ رہے اور اس کی تنظیمی وسعت کا بڑا درد رکھتے۔

مولانا عبد القادر ندوی کی زبان میں مٹھاس و ملائمت کے ساتھ مزاح اور خوش طبعی بھی تھی۔ بے حد سادہ مناسب لباس اور تکلّف و تصنع سے کوسوں دُور تھے، علم و فضل کے بلند مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود وہ ایک کارکن اور محنت و محبت سے بھرے صاف ستھرے انسان تھے۔ مورّخ جماعت مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ میں نے پہلے پہل جب مولانا محمد حنیف ندوی سے ان کا تعارف کرایا اور کہا کہ ''یہ ہیں مولانا عبد القادر ندوی آف ماموں کانجن'' تو مولانا محمد حنیف فرمانے لگے ''یہ ندوی کم لگتے ہیں اور عبد القادر زیادہ''

واقعی ندویوں کا بانکپن، ان کی تہذیب و تمدن، چہرہ مہرہ اور لباس و اَطوار کے کوئی آثار مولانا عبد القادر میں نہ تھے۔ البتہ دار العلوم ماموں کانجن کا یہ مقام کہ مدارسِ دینیہ میں ایک امتیاز اور علمی اعتبار اُن کی بہت بڑی دینی و ملی خدمت ہے۔

چند ماہ قبل دار العلوم کے صدر ہمارے دوست مولانا حافظ مقصود احمد مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ انجمن کے اراکین کا یہ انتخاب بلاشبہ حسنِ انتخاب ہے۔ حضرت صوفی صاحب کی دعائیں اور مولانا ندوی کی شفقتیں اُنہیں کندن بناگئی ہیں۔ دار العلوم سے اُنہیں جو والہانہ عقیدت اور مخلصانہ جذبۂ خدمت ہے، یقیناً ان کا وہ بہتر سے بہتر استعمال عمل میں لائیں گے۔ مولانا عبد الرشید حجازی اور مولانا ریاض قدیر جیسے نوجوانوں کی رفاقت سے وہ جامعہ کی علمی حیثیت کو دن بہ دن نکھارتے چلے جائیں گے۔ اِن شاء اللہ!

مولانا عبد القادر ندوی چند ہفتوں سے فیصل آباد میں اپنے صالح فرزندوں اور بھتیجوں کے